رہینِ منت ہے۔ آخر میں رجال اور کتب وجرائد کا اشاریہ بھی درج کیا گیا ہے۔ فاضل مرتب نے بیان کیا ہے کہ مجالس مذاکرہ میں مختلف نقطہ ہائے نظر کے اہل علم شریک ہوتے تھے، جس کے سبب اکثر جان دار تبادلۂ خیال کی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ اگر اس مباحثہ کو بھی ریکارڈ کر لیا جاتا اور اس کا خلاصہ آخر میں شامل کیا جاتا تو افادیت میں اضافہ ہوتا۔ مقالہ نگاروں کا تعارف بھی شاملِ کتاب ہونا چاہیے تھا۔

(م-ر)

فنِ موازنہ کا ارتقاء **ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی**

ملنے کا پتا: مدینہ منزل، نیو سر سید نگر، علی گڑھ، ۲۰۰۷ء، صفحات:...... قیمت-/۱۵۰ روپے

ایک ہی چیز کو دو یا دو سے زیادہ افراد کس نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے درمیان فکر کی بلندی، طرز ادا، بندش کی چستی، تشبیہ واستعارہ کا حسن، مضمون کی جدّت اور معانی کی لطافت کتنی بلند اور اس کے نقوش کتنے واضح ہیں؟ ان کا کلام غرابت الفاظ، روزمرّہ سے انحراف اور مقتضائے حال سے عدم مطابقت کی خامیوں سے کس حد تک پاک ہے؟ اس تقابل کا فنّی نام 'موازنہ' ہے۔ موازنہ دراصل تنقید کا بلند ترین معیار ہے، جس کے لیے وسعتِ مطالعہ، ذوقِ سلیم، غیر جانب داری اور زیر مطالعہ ادب یا ادیب کے عہد سے کماحقہٗ واقفیت جیسے اوصاف سے موازنہ کار کا متّصف ہونا ضروری ہے۔ یہ فن عربی، فارسی اور دیگر زبانوں میں اپنے پورے جمال وکمال کے ساتھ موجود ہے، مگر اردو کا دامن شاید ابھی اس کے ہمہ جہت پہلوؤں سے بھرا ہوا نہیں ہے۔ علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) غالباً پہلے شخص ہیں جنھوں نے اردو زبان وادب کو اس فن سے آشنا کیا۔ ان کی کتاب 'موازنۂ انیس ودبیر' کو فن موازنہ میں تقدّم کا فخر حاصل ہے۔ اگرچہ اس فن کے نقوش تاریخ ادب اردو کے مختلف ادوار میں ملتے ہیں، میر وسودا، مصحفی وانشاء، غالب وذوق اور آتش وناسخ نیز دبیر وانیس کے ادبی معرکوں سے لے کر تا حال اس کے نقوش دیکھے جا سکتے ہیں، مگر اس کو باقاعدہ فن کی شکل دے کر اور اصول وضوابط کے موتیوں میں پرونے کا شرف شبلی ہی کو حاصل ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ شبلی کے پیش کیے گئے اصولوں کو من وعن تسلیم کر لیا جائے، بلکہ علم وفن کی روشنی میں ہر شخص کو اُن سے اختلاف کا حق حاصل

ہے اور تنقید نگاروں نے مختلف پہلوؤں سے ان سے اختلاف کیا بھی ہے، مگر اس لحاظ سے اس کی اہمیت مسلّم ہے کہ شبلی کا موازنہ اردو تنقید نگاری میں خشت اوّل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس نقطۂ نظر سے اس کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

فن موازنہ پر اردو ادب کی کمی اس کے ادیبوں اور تنقید نگاروں کے لیے ایک وسیع جولان گاہ فراہم کرتی ہے، مگر اس موضوع پر لکھنے کے لیے جس تبحّر علمی اور وسعت مطالعہ کی ضرورت ہے وہ کم ہی نظر آتی ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اردو میں ہر مہینہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں مطبوعات شائع ہونے کے باوجود اور نام نہاد خادمانِ اردو کے بلند بانگ دعووں کے علی الرغم لائبریریوں میں اس موضوع پر چند کتابیں بھی دستیاب نہیں ہیں۔

یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ پروفیسر سید احتشام احمد ندوی جو اردو اور عربی کے سرمایۂ ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی مطبوعات کی سلسلہ وار اشاعت فرما رہے ہیں، انھوں نے اپنی تنقیدات کا پانچواں حصہ 'فن موازنہ کا ارتقاء' کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب اصلاً مرحوم ماہ نامہ 'ادیب' علی گڑھ، جو اپنے بلند ترین معیار صحافت اور خدمت ادب کی وجہ سے آج بھی اہل ذوق کے درمیان مفتخر ہے، اس میں شائع شدہ ان کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کے چند عنوانات سے لگایا جاسکتا ہے: عصر جاہلی میں فن موازنہ کا ارتقاء، فن موازنہ کی ماہیت، موازنہ میں ابہام کے خطرات، ادبی روایتیں، موازنہ اور رنگ شاعری، محلِ موازنہ، موازنہ اور تعصّب، اصولِ موازنہ کا خلاصہ، تقابلی مطالعہ شرق سے غرب تک، تقابلی مطالعہ کے بنیادی عناصر، وغیرہ۔

فاضل مصنف نے اپنی کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے: ''اس کتاب میں فن موازنہ کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے، مختلف زبانوں میں شعراء کے درمیان موازنہ کی فنّی عظمت واضح کی گئی ہے اور پہلی بار اردو تنقید میں موازنہ کے اصول ونظریات پر ایک جامع کتاب پیش کی گئی ہے''۔ مصنف کے ان دعووں سے اتفاق نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تبصرہ نگار کے نزدیک ادب میں فنّی بصیرت حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ممد ومعاون ثابت ہوگا۔ (جاوید احسن فلاحی)